

”تاروں کا شہر“

مجھے مہر کے پاس جانا چاہیے.... مہما پاپا کو بتا کر گھر چلی جاتی ہوں۔ ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ وہ انھیں انعام کرنے کے لیے اندر پارٹی کی جانب بڑھی۔ تبھی اسے سامنے سے آتا ہوا آریان بیگ اور اس کے ساتھ عشبہ ملک نظر آیا۔

بلیک جینز پر میرون شرٹ اور اس پر بلیک ہی جیکٹ اس کی سرخ سپید رنگت پر کافی فوج رہی تھی۔ سیاہ بال ہمیشہ کی طرح کچھ بے ترتیبی سے کشادہ پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے چہرے پر اگی ہلکی ہلکی بیئر ڈاسے مزید وجہ بناتی تھی۔ بے شک وہ ایک خوبصورت اور اٹریکٹو مرد تھا۔ لیکن وہ زل آفتاب خان تھی جسے ان چیزوں سے کچھ خاص فرق پڑنے والا کہاں۔

آفٹاٹ اگین..... انھیں دیکھ کر اس کے تپو بگڑے۔

او... واؤ یہ تو زل آفتاب ہے نہ آریان۔۔۔ عشبہ ملک آریان بیگ کا ہاتھ تھامے اس کا سر سے پاؤں تک بھرپور جائزہ لیتے ہوئے بولی۔ آریان بیگ نے بغور اس کے کیل کانٹوں سے لیس سراپے کو دیکھا۔ جس کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح اسے دیکھ کر ناگواریت عود آئی تھی۔ لیکن آریان بیگ پر کہاں اثر ہونے والا تھا۔

ہائے زل آفتاب..... اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے نکلتی وہ دونوں اس کے سامنے آرکے۔

ہائے.... زل آفتاب سے زبردستی مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے رسمی سے انداز میں بولی۔

یو لو گنگ پر یٹی.... وہ عاجزی سے بولی۔

تھنک یو..... وہ بس اتنا ہی بول پائی تھی۔ کیونکہ وہ خود پر آریان بیگ کی نظریں مسلسل محسوس کر رہی تھی

جس کی وجہ سے وہ بری طرح سے کنفیوز ہوتی اپنی انگلوں کو موڑتی اس کی جانب دیکھنے سے بھی گریز کر رہی تھی۔

”مہر آفتاب بھی آئی ہے کیا“

ہاں... نہیں... وہ چاچکی ہے.... میرا مطلب اس کی طبیعت کچھنا تو اس بھی۔ آج پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ زل آفتاب کو بولنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔

شاید آریان بیگ کی وجہ سے....

لیکن کیوں.... وہ اس وقت سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں لگ رہی تھی۔

کیا انکل آئی بھی آئیں ہیں.... اس بار آریان بیگ نے دریافت کیا۔

وہ اندر ہیں.... ایکسکوز می مجھے مہر کے پاس جانا ہے۔ وہ تیزی سے کہہ کر وہاں سے نکل گئی۔ آریان بیگ کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

.....

مہر آفتاب ڈرینگ کے سامنے کھڑی غیب دماغی سے اپنے کانوں سے بندے اتارنے لگی کے معاً اس کی نظر اپنی کلائی پر پڑی.... جہاں کچھ بہت ضروری چیز مسنگ تھی۔

میرا برسلیٹ.... وہ پریشان ہوئی۔ وہ ایک پل کی بھی دیر کیے بنا اپنا درپٹہ اٹھا کر ”راؤ محل“ کی جانب باگی کیونکہ وہ اس کے لیے بہت اہم تھا۔ اس وہ اس کی پاپا نے اسے دیا تھا جب اس کا ففٹین برتھ ڈے تھا۔ تب سے لے کر آج تک اس نے کبھی اسے خود سے الگ نہیں کیا تھا۔

وہ محل میں داخل ہوئی تو سامنے سے آتی زل آفتاب اس کا یوں اترا ہوا چہرہ دیکھ کر متفکر ہوئی۔

کیا ہوا۔۔۔ مائی ٹوئن، زل آفتاب نے اس کا چہرہ محبت سے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے پوچھا۔ تو وہ جیسے رو دینے کو تھی۔

زمی میرا برسیٹ.... میں نے اسے کھودیا... بتاتے ہوئے اس کی آنکھوں سے آبشار جاری ہو گئے۔ تو زل آفتاب نے اسے اپنے ساتھ لگالیا۔

کوئی بات نہیں ہم مل کر ڈھونڈ لیں گے اسے۔ وہ اسے بچوں کی طرح پچپکارتے ہوئے بولی۔
چلو.... ہم ڈھونڈتے ہیں بس تم رونا نہیں اب... وہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔ تو اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔

پھر وہ اس کے ساتھ ہر اس جگہ پر وہ اسے ڈھونڈنے لگی جہاں جہاں وہ گئی تھی۔
لیکن وہ ابھی تک کہیں نہیں ملا تھا۔ وہ مشکل سے خود پر ضبط کیے ہوئے تھی۔

کیا ہوا کوئی پرالیم ہے.... وہ دنوں ادھر ادھر نظریں ڈورتی برسیٹ ڈھونڈ رہی تھی جب پیچھے سے از لان راؤ کی آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

ہاں مہر کا برسیٹ کہیں کھو گیا ہے وہ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہے ہیں.... زل آفتاب نے مطلع کیا جبکہ مہر آفتاب نے اس کی جانب دیکھنا بھی گورا نہیں کیا تھا۔ وہ اس کی موجودگی سے انجان بنی اپنے کام میں مصروف تھی۔

کوئی بات نہیں مل جائے گا آپ لوگ پارٹی انجوائے کریں میں ملازموں سے بول دوں گا صبح تک مل جائے گا ڈونٹ وری... وہ مہذب انداز میں گویا ہوا....

بات برسیٹ کی نہیں ہے مسٹر راؤ.... وہ مہر کے لیے بہت اہم ہے۔ اگر وہ ابھی نہیں ملتا تو یہ ساری رات روتے ہوئے گزار دے گی.... اور زل آفتاب کچھ بھی برداشت کر سکتی ہے مہر آفتاب کی آنکھوں میں آنسو نہیں.... اس لیے اس کے لیے چاہے مجھے رات بھر ہی کیوں نہ اسے تلاش نہ پڑھے میں یہ کروں گی۔ وہ مضبوط لہجے میں بولی۔ تو از لان راؤ اس چھوٹی سی لڑکی سے امپرےسڈ ہوئے بناندرہ سکا۔

اوکے.... آپ کی سسٹر کا برسیٹ جلد ہی مل جائے گا۔ اور ٹرسٹ می اگلے کچھ ہی پلوں میں وہ اس کی کلائی

پر ہوگا۔ زل آفتاب کے ساتھ ساتھ مہر آفتاب بھی اس کی بات پر چونکی تھی بھلا وہ کیوں ان کے لیے پریشانی اٹھا رہا تھا۔

اس نے اپنے خاص ملازم کو بلایا۔ تو وہ اگلے ہی پل حاضر تھا۔

لیس سر..... وہ مواڈب انداز میں اپنے مالک کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا۔

عابد.... میڈم کا برسیٹ محل میں کہیں گم ہوا ہے اگلے آدھے گھنٹے سے پہلے مجھے وہ برسیٹ مل جانا

چاہیے... اس سے ایک منٹ بھی اوپر نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تحکم بھرے انداز میں اس سے گویا ہوا۔

اوکے سر.... وہ مواڈب انداز میں بولا۔

یورٹائم شارٹ ناؤ.... از لان راؤ نے اپنی ویسٹ وائچ پر ٹائم دیکھتے ہوئے کہا۔ تو عابد اس کے حکم کی تعمیل

کرتا اپنے کام میں جت گیا۔ جبکہ زل آفتاب اسے دیکھ کر رہ گئی۔

ڈونٹ وری مہر آفتاب آپ کو وہ برسیٹ مل جائے گا آپ ری لیکس ہو جائے.... اور آئی ہو آپ

روئیں گئی تو بالکل بھی نہیں کیونکہ آپ کے رونے سے آپ کی سسٹر ہارٹ ہوگئی۔ آئی تھنک آپ ایسا ہرگز

نہیں چاہیں گئی۔ وہ اس کے قریب آ کر اس کی قاتل آنکھوں میں دیکھتے ہوئے برجستگی سے گویا ہوا۔ تو وہ

فوراً نظریں جھکا گئی۔ کیونکہ وہ زل آفتاب کے سامنے کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھی۔

یہ شخص اس کی سمجھ سے باہر تھا...

آخر چاہتا کیا تھا وہ..

یہ سوال پہلے بھی خود سے کہیں بار کر چکی تھی لیکن جواب نداد تھا۔

خاموشی سے..... جب بھر جاؤ گے

تھوڑا چیخ لو..... ورنہ مر جاؤ گے

جب سے رقیہ بیگم نے اسے بتایا تھا کہ وہ اس کا نکاح شہر یار علوی سے کرنا چاہتی ہیں اور یہ ان کی آخری خواہش ہے..... اور شہر یار علوی بھی یہ نکاح کرنے کے لیے تیار ہے وہ جیسے پتھر کی ہو گئی تھی۔ منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا تھا۔ دماغ جیسے کہیں بہت دور صحر میں بٹک رہا تھا۔ دل میں اذیت کا ایک طوفان بھرپا تھا۔

کیا ہو رہا تھا اس کی زندگی کے ساتھ۔۔۔؟؟؟
اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔۔

پہلے وہ اپنے اپنوں سے دور ہو گئی..... وہ یہ تک نہیں جانتی تھی وہ کون تھی...؟ اس کے اپنے کون تھے...؟
اس کا تعلق کس خاندان سے تھا...؟ وہ بیٹنج کی پشت سے سر نکا کر آنکھیں موند گئی۔
نہ جانے زندگی اب اور کیا امتحان لینے والی تھی۔

آہٹ سی کوئی آئیں تو لگتا ہے تم ہو
سائے کوئی لہرائے تو لگتا ہے تم ہو
جب شاخ کوئی ہاتھ لگاتے ہی چمن میں
شرمائے چلک جائے تو لگتا ہے تم ہو
صندل سے مہکتی ہوئی پر کیف ہوا کا
جھونکا کوئی ٹکرائے تو لگتا ہے تم ہو

بیس منٹ گزر چکے تھے وہ سکون سے کھڑا مہمانوں سے باتیں کرنے میں مصروف تھا لیکن اس کا سارا دھیان ایک طرف کرنے میں زل آفتاب کے ساتھ مہر آفتاب پر تھا۔ اس کے چہرے کی انصرا بیت اسے کچھ خاص اچھی نہیں لگ رہی تھی جی جی اپنی عابد کو کال ملائی۔

میں نے تمہیں کچھ کام کہا تھا کیا تم بھول گئے ہو..... وہ سرد لہجے میں گویا ہوا۔ پتہ نہیں کیوں لیکن از لان راؤ کو مہر آفتاب کی اداسی بہت بری لگ رہی تھی اور وہ بھی ایک برسلیٹ کے لیے۔ شاید اس کا دل یہ بات نہیں سمجھ پا رہا تھا یہ وہ برسلیٹ اس کے لیے بہت اہم تھا۔
 سروہ ہمیں مل گیا ہے.... وہ تھل سے بولا۔
 تو تم ابھی تک اسے لے کر کیوں نہیں آئے.... وہ بھڑکا تھا۔

سروہ پول میں گرا ہوا ہے.... میں ابھی نکلواتا ہوں۔ وہ اپنے مالک کا غصہ اچھے سے جانتا تھا اس لیے عجلت سے بولا۔

عابد ہری اپ.... وہ تنقیدی لہجے میں گویا ہوا۔ رابطہ منقطع کر کے ایک بار اس سے دوبارہ اس جانب نظر دوڑائی لیکن وہ وہاں نہیں تھی۔ از لان راؤ نے بے ساختہ پورے ہال میں نظر دوڑائی تھی لیکن وہ کہیں نہیں دیکھی۔ از لان راؤ کے ماتھے پر لاتعداد شکن آئے تھے۔ وہ مہمانوں سے ایکسکیوز کر کے اسے ڈھنڈتا ہوا۔ ہال سے باہر نکل آیا.... تو اسے وہ باہر لون میں نظر آئی شاید نہیں وہ یقیناً رو رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ اپنے موبائل کی ٹارچ سے اپنا برسلیٹ ڈھنڈ رہی تھی۔ وہ کچھ فاصلے پر کھڑا اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ تبھی عابد اس کے پاس آیا تھا۔

سر یہ.... وہ اپنے ہاتھ پر رکھا برسلیٹ اس کی جانب بڑھاتے بس اتنا ہی بولا تھا۔ از لان راؤ نے اس کے ہاتھ پر رکے برسلیٹ کو ایک نظر دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اٹھالیا۔ وہ دیکھنے میں اتنا مہنگا نہیں لگتا تھا لیکن کہتے ہیں نہ جزبات کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ وائٹ گولڈ سے بنے برسلیٹ میں لٹکتے سیلوکھر کے چھوٹے چھوٹے موتی بڑے بھلے لگ رہے تھے۔

ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔۔ اجازت ملتے ہی عابد وہاں سے نکل گیا۔

وہ شہانہ چال چلتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے بیک یارڈ میں لے آیا۔ یہ سب اتنی

جلدی ہوا کے وہ سمبھل بھی نہ سکی اور اس کے ساتھ کسی کٹی ہوئی شاخ کی طرح کھنچی چلی گئی۔ وہ ایک جگہ رکا تھا لیکن اس کا ہاتھ ابھی بھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔

یہ.... یہ کیا ہے مسٹر راؤ.... وہ خفگی سے اس کی جانب دیکھے ہوئے اپنا ہاتھ ایک جھٹکے میں اس کی گرفت سے نکالتے ہوئے غصے سے دھیمے لہجے میں چلائی۔ وہ محفوظ ہوتا مدھم روشنی میں اس کا دلکش چہرہ مجنوبانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی جانب بڑھا۔ اسے اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر مہر آفتاب نے اپنے قدم واپس جانے کے لیے موڑے تھے لیکن از لان راؤ نے اس کی خود سے دور جانے کی کوشش کو نا کام بتاتے ہوئے اس کی نازک کلائی تھام کر اپنی جانب کھنچا اور ایک ہی جھٹکے میں اسے اپنے قریب کیا تھا۔ مہر آفتاب سمبھل نہ سکی اور اس کا سر اس کے چٹان جیسے کشادہ سینے سے آٹکرایا۔ مہر آفتاب کا دل معمول سے ہٹ کر دھڑکا تھا۔ اس کے وجود سے پر فیوم کی خوشبو سے اسے اپنا دماغ سن ہوتا محسوس ہوا۔

ایک.....

دو.....

تین.....

نہ جانے کتنے کی لمحے وہ اس کے سینے سے سر ہٹانے کی ہمت نہ کر پائی تھی، جسم میں جان جیسے ناپید تھی، اور نہ ہی از لان راؤ نے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی۔ کچھ تو تھا جو وہ ایسا کر نہیں پایا.....

وہ شاید اس سحر زدہ لہجہ کی گرفت میں تھا۔ مکمل خاموشی، ہلکی ہلکی ہوا جو دو کوراحت بخش رہی تھی، مدھم مدھم روشنی سے پورہ ماحول جادوئی بنادیا تھا۔ اور اس پر اس کے مضبوط وجود میں چھپا نرم گرم گداز وجود، ایک فسوں ناک ماحول بن گیا تھا جیسے ارد گرد۔ مہر آفتاب سے ہمت کر کے اس کے مضبوط خصار کو توڑنا چاہتا تھا لیکن وہ مائل دیکھائی نہ دیا..... فسوں ٹوٹا تھا، مہر آفتاب نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ بہت زیادہ رونے کی وجہ سے گلاں ہوتی آنکھیں، بھیگی بھیگی پلکیں، پھیلا ہوا کا جل.... اور اس

پر غصے سے بڑی بڑی ساحرانہ سبز آنکھیں حد سے زیادہ بڑی کیے۔ وہ از لان راؤ کا گائل کرنے کے تمام روپ اپنائے وہ اس کے بے حد قریب تھی۔ از لان راؤ کے لبوں کے کناروں پر بڑا دلکش سا تبسم پھیلا تھا۔ اپنے ہاتھ میں پکڑا برسلیٹ اس کی کلائی میں پہنایا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔ پھر آہستہ سے اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی۔

نامم دیکھ سکتی ہیں خان دازی آدمی گھنے سے ایک منٹ بھی زیادہ نہیں ہوا۔ وہ مسکرایا تھا۔ لیکن مہر آفتاب خان مرعوب نہیں ہوئی تھی۔

مسٹر راؤ..... چھوڑیں مجھے.... وہ درشتی سے گویا ہوئی۔ جبکہ وہ سنی ان سنی کرتا اس کے گرد اپنا حصار اور تنگ کر گیا اس کے ایسا کرنے پر مہر آفتاب کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے کھڑے انسان کو اتنے بیچ لگائے کے اس کی عقل ٹھکانے آجائے۔ یا پھر اٹھا کر کسی سمندر میں پھینک دے، وہ جانچتی نظروں سے جیسے اسے پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

خان زادی مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ کا اس وقت دل کر رہا ہے کہ آپ مجھے کسی سمندر میں بہا دیں۔ یا پھر میں اس وقت حواس میں نہیں ہوں۔ وہ بغور اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پرسکون انداز میں بولا جبکہ اس کی بات سن پر وہ مزید خوف زدہ ہوئی تھی تو کیا وہ شخص اس کا دماغ پڑھنے پر بھی قادر تھا۔ کیا تھا یہ شخص؟.....

ہر بار وہ اس کا ایک نیا روپ ہی دیکھتی تھی.....

وہ پل پل رنگ بدلتا تھا....

اسے سمجھنا شاید ممکن نہیں تھا.....

وہ اسے اپنی جانب مسلسل دیکھتا پا کر نامحسوس انداز میں مسکرایا۔

خان زادی مانا کہ آپ بہت دلکش ہیں..... ساحرہ ہیں..... نازنین ہیں.... آپ کو دیکھ کر اچھا خاصہ انسان

اپنے حواس کھوسکتا ہیں۔ پاگل ہو سکتا ہے.... دیوانہ ہو سکتا ہے.... آپ کی یہ آنکھیں ایک پل میں سب کچھ زیرِ زبر کرنے کا ہنر رکھتی ہیں۔ ان کے دلکش رنگ سامنے والے کو چاروں شانے چت کرنے کے تمام ہنر رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ وہ محویت سے اس کے چہرے کو دیکھتا دم لہجے میں بولتا اس کی جان ہوا کر رہا تھا۔ از لان راؤ نے نرمی سے ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں کی لٹ کو اس کے چہرے سے ہٹایا تھا۔ مہر آفتاب کو جیسے انگاروں نے چھو لیا تھا۔

لیکن از لان راؤ.... کو ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑھتا.... آپ کا یہ حسن..... آپ کی تمام دلکشاں.... یہ رعنا یاں.... یہ کیل کانٹوں سے لیس روپ کچھ بھی اثر نہیں کرے گا مجھ پر، ان آنکھوں کے بدلتے حسین رنگ.... ان حسین گھٹوؤں سی زلفوں کے جال مجھے اپنے ساتھ نہیں باندھ پائیں گے۔ وہ اس کے نرم ریشم جیسے بالوں کو چھوتے جیسے اس پر افسوس کر رہا تھا۔ مہر آفتاب ایک جھٹک سے اس سے دور ہوئی تھی۔ شٹ اپ.... وہ زور سے چلائی تھی، کون ہیں آپ.... میں آپ کو جانتی تک نہیں... کہاں سے آ گئے آپ میری زندگی میں اور جب سے آپ مجھے ملے ہیں میری زندگی مشکل کر دی ہے آپ نے.... خود کو کوئی بہت بڑی توپ چیز سمجھتے ہیں آپ... کہاں کے خدا ہیں آپ.... مجھے ہر اس کرنا بند کیجیے.... میں آپ سے کچھ نہیں کہہ رہی اس کا مطلب یہ نہیں آپ کچھ بھی کرتے جائیں گے۔ اور میں چپ چاپ برداشت کرتی رہوں گی.... نہیں ایسا نہیں ہوگا اب.... اگر آج کے بعد آپ نے مجھے تنگ کیا تو آپ کے لیے بہت برا ہوا گا مسٹر راؤ..... وہ اپنی حنائی انگلی اٹھا کر حرکت لہجے میں اسے وارن کرتے ہوئے بولی۔ اور ایک اور بات مسٹر از لان راؤ.... وہ لڑکیاں اور ہوتی ہوں گی جو آپ کی ظاہری صورت.... آپ کے رتبہ آپ کی شان و شوکت دیکھ کر آپ کے آگے پیچھے پھڑتی ہوں گی.... آپ کے ایک اشارے پر آپ کے آگے اپنا سب کچھ نچھاور کر دیتی ہوں گی۔ لیکن مجھے ان میں سے سمجھنے کی بھول مت کیجیے گا مسٹر راؤ کیونکہ.... مہر آفتاب نہ تو آپ کی ظاہری صورت سے امپرےسڈ ہوئی ہیں ہونہ آپ کے رتبہ اور نہ آپ

خوشخبری

اگر آپ لکھ سکتے ہیں اور اپنے اندر کے لکھاری کو باہر لانا چاہتے ہیں

تو لکھاری آن لائن میگزین آپ کو اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے لئے بہت اچھا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ لکھاری آن لائن میگزین کا حصہ بنئے اور آج ہی اپنی تحریر (افسانہ، ناول، ناولٹ، کالم، مضامین، شاعری) اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی کوئی بھی تحریر ضائع نہیں کی جائے گی اور ایک ہفتے کے اندر ہمارے سب ویب بلاگز (ویب سائٹس) اور سوشل میڈیا گروپس اور پیجز پر پبلش کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ابھی رابطہ کریں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- **FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST**

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUSSION

کے اختیارات اور مقام سے.... آپ مجھے زیر کبھی نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔ کیونکہ مہر آفتاب خان خوبصورت دلوں کے سامنے جھکتی ہے جو کم از کم آپ کے پاس تو بالکل نہیں ہوگا۔ وہ تلخی سے کہتی وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ از لان راؤ نے اپنے اندر کے اشتعال کو دبانے کے لیے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچ لیں۔

پارٹی عروج پر تھی از لان راؤ عابد سے سب سمبھالنے کا کہہ کر اپنے روم میں جا چکا تھا۔ سکندر بیگ مسز بیگ آفتاب خان اور مسز خان آپس میں باتیں کرنے میں مصروف تھے۔ آریان بیگ اور علیشہ ملک کھڑے کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ زل آفتاب جنت بی کے پاس کھڑی کسی بات پر بھڑکی لگ رہی تھی۔ تبھی آریان بیگ اس کا غصے سے پتہ چہرہ دیکھ کر مسکرایا۔ وہ علیشہ ملک سے ایک سیوکر کے ان کی جانب آیا۔

وٹ ہینڈ زل آفتاب... آریان بیگ کی آواز پر وہ چونکی تھی کیونکہ زل آفتاب نے اس کا اپنے پاس آ کھڑے ہونا نوٹ نہیں کیا تھا۔

یہ لو اب زمی آپ کا دوست آپ کے پاس آ گیا ہے آپ دونوں باتیں کریں میں مہر کے پاس جا رہی ہوں۔ دوست کہنے پر آریان بیگ مسکرایا تھا جبکہ زل آفتاب کا خلق تک کڑوا ہوا تھا۔ جنت بی.... یہ میرا دوست نہیں ہے۔ وہ نخوت سے بولی۔

لیکن مجھے لگا تمہارے پاپا اور اس کے پاپا دوست ہیں اور آپ دونوں ایک ہی کالج میں بھی تو پڑھتے ہیں اس لیے آپ دونوں دوست ہو سکتے ہیں۔ انھوں نے دلائل دیا۔

جنت بی آپ قیاس آریاں کرنے کی بجائے مجھ سے جان لیں ”کہ یہ میرا دوست نہیں ہے“ وہ آخر میں ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔

لیکن زل آفتاب ہم دوست تو بن سکتے ہیں نہ.... اور ٹرسٹ می کافی اچھا دوست ثابت ہوں گا۔ اگر یقین

نہ آئے تو ٹرائے کرلو۔ وہ غیر سنجیدگی سے اس کے تپے تپے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

آریان بیگ.... آئی ایم ناٹ انٹر سٹڈیو آفر... سو پلیز گواؤ۔۔۔ وہ اسے رعایت دینے کی قائل دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بنا اس کی بات کا برا مانے مسکرایا۔

زمی..... بڑا ہے وہ آپ سے مس بی ہو کر نا اچھی بات نہیں.... جنت بی نے اسے ڈپٹا۔ لیکن اسے کہاں اثر ہونے والا تھا۔

جنت بی نیورمانڈ.... وہ دریا دلی ہے بولا۔ وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

جنت بی آپ کو جانا نہیں تھا۔ اس نے یاد دلایا۔

ارے ہاں.... میں چلتی ہوں آپ لوگ انجوائے کریں۔ وہ کہتے ہوئے وہاں سے نکل گئیں۔ جنت بی کے جاتے ہی زل آفتاب نے بھی جانا چاہا۔

زمی.... آریان بیگ نے جان بوجھ کر اسے اس نام سے پکارا تھا۔ پتہ نہیں لیکن اسے تپانے میں اسے بہت مزہ آتا تھا۔ جبکہ زل آفتاب نے اپنی مٹھیاں بھینچ کر خود کو کنٹرول کیا تھا۔ کیونکہ وہ یہاں کوئی تماشہ لگانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر خود کو کمپوز کیا۔ اور اس کی جانب مڑی۔

آریان بیگ.... کیا تمہیں تمھاری ہیر (علیشہ ملک) کی یاد نہیں ستارہ ہی۔ وہ مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے طنزیہ لہجے میں بولی۔ اس کی بات پر وہ مسکرایا تھا جیسے جانتا ہوں کا کس کے بارے میں بات کر رہی ہے۔

کیا وہ تمہیں اچھی نہیں لگتی زل آفتاب.... سوال پر سوال کیا گیا تھا۔

آہ..... مجھے تم میں یا تم سے ریلیڈ لوگوں میں کوئی دلچسپی نہیں.... وہ تمسخر آڑتی بولی۔

میں نے یہ کب کہا تمہیں مجھے میں کوئی دلچسپی ہے زل آفتاب.... وہ سکون سے اس کی دلکش چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ گڑبڑائی تھی۔

مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی آریاں بیگ.... وہ دو ٹوک انداز میں بولتی وہاں سے جانے کے لیے مڑی۔ تو وہ بھی اس کے ہم قدم ہوا۔

لیکن بات کرنے میں کیا خرچ ہے زل آفتاب... وہ بات کو بڑھانا چاہ رہا تھا شاید۔

آریاں بیگ میں بہت زیادہ تھک چکی ہوں اس لیے اب گھر جانا چاہوں گی.... تمہیں بھی علیشہ ملک کے پاس جانا چاہیے وہ ایلیکی ہوگی اور وہ تمہارا ویٹ کر رہی ہوگی۔ وہ کسی بھی طرح سے اس وقت اس سے دور جانا چاہتی تھی۔ وہ مسکرایا تھا

تمہیں علیشہ ملک کی اتنی فکر کیوں ہے زل آفتاب.... وہ بچی نہیں ہے۔ وہ جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

نہیں بھلا اس کی فکر مجھے کیونکر ستانے لگی.... اس نے رد کیا۔ چلتے چلتے زل آفتاب کے پاؤں میں کچھ بہت زور سے لگا تھا۔

آہ... اس کے منہ سے سسکی برآمد ہوئی تھی۔

وٹ سپنڈ.... وہ متفکر ہوا۔

نہیں کچھ نہیں آل بیچ.... وہ مشکل سے خود پر ضبط کرتے ہوئے بولی۔ اس نے کہتے ہوئے چلنے کی کوشش کی لیکن بری طرح سے لڑکھرائی۔ اس سے پہلے کے وہ گرتی آریاں بیگ نے اسے تھام لیا تھا اور اگلے ہی پل اسے اپنے مضبوط بازوؤں میں بھر لیا یہ سب اتنا جلدی ہوا کہ وہ سمجھل بھی نہ پائی۔ اسے اس بات کی بالکل بھی امید نہیں تھی۔

وہ اسے اپنی بانہوں میں بھرے بنا اس کی طرف دیکھے چل رہا تھا۔ اس کے وجود سے اٹھتی پرفیوم کی خوشبو اسے اپنے نتھنوں میں گھستے ہوئے محسوس ہو رہی تھی۔ ڈھڑکیوں میں ارتراش برپا تھا۔ پورا وجود جیسے کسی بھٹی میں جونک دیا گیا تھا۔

آریان بیگ نے لون میں لگے (فوارے) fountain کے گرد بنی دیوار پر لا کر بیٹھایا تھا۔ کیونکہ وہاں پر روشنی کافی تیز تھی۔ اسے اتار کر وہ بچوں کے پل اس کے سامنے بیٹھا تھا۔ اور ہاتھ اس کے متاثر پاؤں کی جانب بڑھا جس سے اسے خون نکلتا نظر آ رہا تھا۔ اس کا ہاتھ بڑھتا دیکھ کر زل آفتاب نے فوراً اپنا پاؤں پیچھے کیا۔

نن... نہیں میں خود دیکھ لوں گئی۔ وہ لرزتے لہجے میں تیزی سے بولی۔ وہ اس کا گریز سمجھ سکتا تھا۔ زل آفتاب خان مجھے دیکھنے دیجیے۔ وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ اور ہاتھ بڑھا کر اس کا پاؤں آگے کیا۔ گولڈ کلر کے کھسے میں اس کا دو دھیا پاؤں دمک رہا تھا۔ اس نے کھسا اتارنے کی کوشش کی۔ تو وہ درد سے کراہ اٹھی۔

پلیز... ڈونٹ زل آفتاب نے اپنا پاؤں کھینچنا چاہا لیکن اس کی گرفت مضبوط تھی۔ زل آفتاب ڈونٹ موو... لہجہ سخت تھا کیونکہ وہ جانتا تھا وہ اتنی آسانی سے بات ماننے والی نہیں تھی۔ اس نے دیکھا تو ایک نوکیلی چیز کھسے کے تلے سے اس کے پاؤں کے اندر تک گھسی ہوئی تھی۔ آریان بیگ کو یہ کرنا مشکل لگا تھا۔ لیکن اس کے نازک مومی پاؤں سے یہ نکالنا بھی ضروری تھا ورنہ اس نازک سی ڈول کو مزید تکلیف کر برداشت کرنا پڑھتا۔ آریان بیگ نے ایک نظر اس کے چہرے کی جانب دیکھا جہاں تکلیف سے آنکھوں سے موتی ٹوٹ کر رخسار پر بکھر رہے تھے وہ لب بھینچ گیا۔ زل آفتاب نے بھیگی آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ جو اسے پر شوق نظروں سے بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ تو تھا اس کی آنکھوں میں کہ وہ اپنی نظریں ہٹانہ پائی۔ آنکھیں جیسے بند گئی تھی اس سے۔ آریان بیگ نے ایک جھٹکے میں وہ نوکیلی چیز نکال دی۔

آہ..... اس نے بے ساحت آریان بیگ کی جیکٹ کو کندھے سے مٹھیوں میں بھینچا تھا۔ آریان بیگ نے بڑے احتیاط سے اس کا پاؤں اپنے گھٹنے پر رکھ کر اپنی جیب سے رو مال نکال کر اس کے پاؤں پر باندھ دیا

۔ زل آفتاب کو اپنا پاؤں جیسے شولوں کی زد میں لگا تھا۔ آریان بیگ نے آہستہ سے اس کا پاؤں اپنے گھٹنے سے اتارا تھا زل آفتاب نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے سے ہٹایا۔ اس نے کھڑے ہو کر اپنا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تھا۔ زل آفتاب سے جھجکتے ہوئے تھام لیا تھا۔

ٹھیک یو۔ آواز بالکل مدہم تھی۔ اور اس کا سہارہ پا کر آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔ دونوں بالکل خاموش تھے۔ شاید بولنے کے لیے الفاظ فلحال ناپید تھے، دونوں آفتاب ہاؤس کے سامنے کے تھے۔

اب میں چلی جاؤں گی.... تھنکس اگین آریان بیگ۔ وہ اس کی شکر گزار تھی۔ تبھی متبسم لہجے میں بولی۔ اٹس اوکے.... اس پر ایمسٹ لگانا نہیں بھولنا، انفیکشن ہو سکتا ہے۔ وہ تاکید کرنا نہیں بھولا تھا۔ وہ آہستہ سے اثبات میں سر ہلا کر اندکی جانب چل دی۔

گڈ نائٹ زل آفتاب.... وہ مسکاتے لہجے میں بولا وہ گیٹ عبور کرتی مڑی تھی لیکن وہ جانے کے لیے مڑ گیا تھا۔ وہ اسے جاتا دیکھا کر رہ گئی۔

از لان راؤ اپنے روم میں بیڈ پر ٹانگے نیچے لٹکائے لیٹا آنکھیں موندے لیٹا تھا تبھی اس کا فون رینگ ہوا۔ اس نے ہنوز خالت میں موبائل اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

اوکے میں ابھی آتا ہوں... رابطہ منقطع ہوتے ہی وہ ایک پل کی بھی دیر کیے بنا اٹھا اور تیزی سے ”راؤ محل“ سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے گاڑا اس کی بیروی کرتے اس کے پیچھے ہی آرہے تھے۔

کچھ دیر میں گاڑی ہسپتال کے سامنے کی تھی۔ وہ اس کے بتائے گئے روم میں داخل ہوا۔ شہر یار علوی اس دیکھ کر اس کے قریب آیا اور تمام صورت حال سے آگاہ کیا۔

اس نے ایک نظر انا بیہ چوہدری پر ڈالی تھی جو بیڈ کے قریب بیٹھی اپنی خالامی کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی،

ایک پل لگا تھا اسے پہچاننے میں۔ جس نے رو رو کر اپنی آنکھوں کا خشر کر رکھا تھا۔ اتنے اس کے گاڈز نے وکیل صاحب کے آنے کی اطلاع دی۔

ازلان راؤ کے اشارے پر شہر یار علوی انا بیہ چوہدری کے قریب آیا تھا۔

آئی وکیل صاحب آگئے ہیں۔ شہر یار علوی کو اس وقت انا بیہ چوہدری کو مخاطب کرنا مناسب نہیں لگا تھا۔ تبھی ان سے مخاطب ہوا۔ وہ مسکرائیں تھیں۔ جبکہ انا بیہ چوہدری کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لیا تھا۔ انھوں نے سر ہلا کر اجازت دی تھی۔ اجازت ملتے ہی وکیل صاحب اندر تشریف لائے تھے۔ انا بیہ چوہدری کو اپنا سانس رکھتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ تبھی سوہا علوی بھی اندر داخل ہوئی۔ شہر یار علوی نے اسے پہلے سے ہی اگاہ کر دیا تھا۔

ہیے... بھائی ایوی تھنگ از فائن نہ.... اس نے انا بیہ چوہدری کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر دریافت کیا۔ اسے تشویش لاحق ہوئی تھی۔

سب ٹھیک ہے.... وہ مسکرا کر بولا۔

کچھ ہی دیر میں نکاح کا مرحلہ شروع ہوا تھا۔ ازلان راؤ سائن کروانے کے لیے انا بیہ چوہدری کے پاس آیا تھا۔ سائن کرتے ہوئے اس کے ہاتھ لرز رہے تھے ازلان راؤ کے دل میں نا جانے کیا آیا کہ اس نے اس کے سر کر ہاتھ رکھا۔ انا بیہ چوہدری کو اپنے اندر سکون اترتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ جس سے اسے سائن کرنے میں آسانی ہوئی تھی۔ اپنا آپ شہر یار علوی کے نام کر کے اس کے اندر درد کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ زندگی کبھی ایسا موڑ بھی لے گی اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ تو جانتی بھی نہیں تھی وہ کون تھی.....؟ کیا وہ ساری زندگی ایک ایسی لڑکی کے ساتھ گزار پائے گا جس کے نام کا خاندان کا اسے خود کو بھی معلوم نہیں تھا۔

نکاح مبارک ہو بھابھی.... سوہا علوی انا بیہ چوہدری کے گلے لگ گئی۔ وہیں رقیہ بیگم کی رگ و جان میں

سکون اتر آیا۔ انا بیہ چوہدری کے جیسے تمام احساسات جزبات مردہ ہو گئے تھے۔

”جیسے جان باقی تھی لیکن سانسیں رک گئیں تھیں“

”دل دھڑک تو رہا تھا لیکن زندگی باقی نہیں تھی“

اسے اپنا آپ مجرم لگ رہا تھا۔

وکیل صاحب جا چکے تھے۔ ازلان راؤ اور شہر یار علوی رقیہ بیگم کی جانب آئے تھے۔

بیٹا میری انا کا بہت خیال رکھنا.... اگر کوئی غلطی ہو جائے تو معاف کر دینا... میں اپنے جگر کا ٹکڑا تمہیں

سونپ رہی ہوں۔ اپنی جان سے بڑ کر اس کی حفاظت کرنا۔ ورنہ مرنے کے بعد بھی میرے روح بت

چین رہے گی۔ ان کی بات پر انا بیہ چوہدری تڑپ اٹھی تھی۔

خالا امی ایسی باتیں مت کریں میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر.... وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولتی شہر یار علوی

کے دل کرکاری ضرب لگا گئی۔

ارے پلگی کیسے باتیں کر رہی ہے ابھی تو تمہیں بہت سارا جینا ہے اپنے محرم کے ساتھ.... بہت ساری

خوشیاں دیکھنی ہیں.... وہ محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولیں۔

آئی آپ فکر مت کریں میں انہیں خوش رکھنے کی پوری کوشش کروں گا۔ ڈونٹ وری۔ وہ مضبوط لہجے میں

گویا ہوا۔ توہ سکون سے آنکھیں موند گئیں۔

شہر یار ہم نکلتے ہیں اگر کسی بھی چیز کی ضرورت ہو یا کسی بھی قسم کی مدد درکار ہو تو مجھے انعام کر دینا۔ ازلان

راؤ نے اس کے ہگل گیر ہوتے ہوئے کہا۔

تھنک یو یار.... وہ مسکرایا۔

بھائی بھابھی کا بہت خیال رکھیے گا... اور انہیں زیادہ رونے مت دیجیے گا۔ ممڈیڈ کی منشن بالکل بھی مت

لیجیے گا۔ انہیں میں اور ازلان ہینڈل کر لیں گے۔ اوکے.... خدا حافظ۔ وہ اس کے گلے لگی۔

گڈبائے بھابھی... آپ بھی میرے بھائی کا خیال رکھیے گا۔ وہ اس کے گلے ملتے ہوئے غیر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔ لیکن وہ کچھ نہیں کہہ پائی تھی۔

کچھ ہی دیر میں از لان راؤ اور سوباعلوئی ساتھ ہی وہاں سے نکل گئے تھے۔ رقیہ بیگم میڈیسن لینے کے بعد اب آنکھیں موندے شاید سو گئیں تھیں۔ وہ خاموشی سے چلتا ہوا قریب آیا تھا۔ لیکن پھر اس بھیگی ہوئی آنکھیں دیکھ کر اسے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر اثابہ چوہدری نے سر اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا تھا جہاں سے ابھی وہ باہر گیا تھا۔

.....

کاش کوئی ایسا ہو.....!!

جواندر سے باہر جیسا ہو۔۔۔!!!

کون ہے وہ شخص اور مجھ سے کیا چاہتا ہے۔

میں مکمل طور پر الجھی ہوئی ہوں۔

آج مجھے بہت برا لگا میں ایسی ہرگز نہیں ہوں... میں نے کبھی کسی کے ساتھ ایسے بات نہیں۔ مجھے سچ میں برا لگ رہا ہے۔ میرے خیال میں مجھے مسٹر از لان راؤ سے معافی مانگنی چاہیے۔

ہاں ساری باتیں اپنی جگہ لیکن میں اتنی بے لحاظ کیسے ہو سکتی ہوں۔ مجھے بہت گلی فیل ہو رہا ہے۔

خیر اب کیا ہو سکتا ہے۔..... پر ساری غلطی میری نہیں تھی میں اس کی باتوں کو کیسے نظر انداز کر سکتی ہوں۔

وہ بیڈ پر اندھے منہ لیٹی آج کی ہونے والی واردات لکھتی اپنے اندر کی کثافت کو رے اور اراق پر انڈھیل

رہی تھی۔ آج کا دن اس کے لیے بے حد مشکل ثابت ہوا تھا۔ کاش وہ وہاں جاتی ہی نہ اور نہ اس کا سامنا

اس شخص سے ہوتا۔

وہ مکمل الجھا ہوا شخص میری سمجھ سے باہر تھا۔

وہ کیوں مسلسل میرے تعاقب میں تھا۔۔۔

اس نے کہا وہ مجھ سے متاثر نہیں.... پھر کیوں میرے پیچھا نہیں چھوڑتا۔ اگر یہ کوئی جال ہے تو میری کسی سے کوئی دشمنی نہیں... تو پھر آخر ایسا کیا جو وہ میرے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔۔۔ کیوں میرے مدار میں آنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے شہر میں بسنے والے لوگ بہت مختلف ہیں اس سے، اسے میرے شہر میں آنا نہیں چاہیے۔ لیکن وہ آ رہا ہے میں کیا کرو.... کیسے سب ٹھیک کرو۔

اُف..... دماغ میں بہت ساری الجھنے چل رہی ہیں..... مجھے سکون کی سخت ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ وہ اپنی ڈائری وہی چھوڑتے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنا وائٹن اٹھا کر بیلکینی میں آ گئی۔

وہ آنکھیں موندے وائٹن کی تاروں میں خود کو بھی گم کر گئی۔ آنکھوں کے سامنے آج کی شام کی پوری واردات پھر سے کسی فلم کی طرح آنکھوں کی سکرین پر چلنے لگی تھی۔

آپ بہت دلکش ہیں.... ساحرہ ہیں.... نازنین ہیں۔ اس کے لہجے کی تپش سے ابھی بھی اسے اپنی ساعت جلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔ حرکت کرتے ہاتھوں میں تیزی آ گئی تھی۔

آپ کو دیکھ کر اچھا خاصہ انسان اپنے حواس کھو سکتا ہے.... پاگل ہو سکتا ہے.... دیوانہ ہو سکتا ہے۔ اس کی سرگوشیاں قریب ہی سنائی دے رہیں تھیں۔

دوسری جانب از لان راؤ شاو رلے کرا بھی کاؤچ پر بیٹھا ہی تھا کہ سماعت میں وہی فسوں خیز بے بس کرتی وائٹن کی تاروں سے نکلتی مدھم دھن ہواؤں کی لہروں کو چیرتی ہوئیں اس تک پہنچ رہیں تھیں۔ لیکن آج اس دھن میں کچھ الگ تھا۔

کچھ نہیں شاید بہت کچھ.... کچھ کمی سی تھی.... کچھ خالی پن تھا۔

کیا تھا.. وہ اٹھا تھا اور قدم خود بخود بیلکینی کی جانب اٹھے تھے۔ سامنے کی وہ ساحرہ اپنی انگلیوں کے جادو بکھرتی سفید کمر کے نائٹ ڈریس میں کھلے بالوں کی شرلیٹیں اس کے رخسار پر بو سے دیتے، ہوا کو اپنے

لمس سے مٹر کرتی وہ بسر آنکھیں ماندے کہیں اور ہی جہاں میں گم تھی۔

از لان راؤ... مدہم سی روشنی میں اسکا نازک سراپا بغور دیکھا آج کی تلخ کلامی فراموش کر چکا تھا۔ ورنہ کچھ دیر پہلے وہ اس کے کہے گئے الفاظوں سے اندر تک جل رہا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ ساور کے نیچے کھڑا اپنے اندر کے لاوے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی از لان راؤ کے سامنے اونچی آواز میں بات کرنے کی اور وہ چھوٹی سی دھاپاں سی لڑکی اسے کتنی باتیں سنا گئی تھی۔ اس کے اندر آگ لگ گئی تھی۔

کہ کیسے ایک لڑکی اس آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بنا ڈرے اتنی تلخ باتیں کر سکتی تھی۔

اس نے دنیا گھومی تھی اور جہاں بھی گیا ہر کوئی اس سے مرعوب ہوا تھا۔ لڑکیاں اس پر مرتیں تھیں۔ اس کی پرسنلیٹی اس کے رتبے اس کے مقام اور اس پر وہ مغرور شہزادے کا سب کے ساتھ لیا دیا انداز سب کو ہی اپنی جانب متوجہ کرنے پر مجبور کرتا تھا۔

پھر ایسا کیا تھا اس لڑکی میں کہ وہ اس کی جانب متوجہ ہوا.....

ایک وہی تو صنف نازک نہیں تھی دنیا میں.... اور اگر خوبصورتی کی بات تھی تو اس کی بہن بھی تو بالکل اس جیسی تھی۔

ہاں زل آفتاب بھی تو اسی کا عکس تھا۔ پھر اسے دیکھ کر اسے کوئی احساس کیوں نہیں ہوا تھا۔ وہ بھی تو اس جیسی ہی خوبصورت تھی۔ دل نشیں تھی.... دلکش تھی۔

ہاں پر وہ مہر آفتاب نہیں تھی۔

وہ آنکھیں اس جیسی نہیں تھیں جنہیں دیکھ کر اس کے دل کی خالت زیر زبر ہوتی تھی۔

اور وہ بے خود کرتی چہرے کی معصومیت اس نے آج تک کہیں کسی چہرے میں نہیں دیکھی تھی۔ ہاں یہیں فرق تھا اس میں... ان سب سے الگ ہونے کا راز یہی تھا۔ وہ حسن کی تفسیر.... دلکشی کا پیکر بہت خاص تھی

اگر آپ بھی "ماہنامہ لکھاری آن لائن میگزین" کا حصہ بننا چاہتے ہیں تو ابھی اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں واٹس ایپ، فیس بک یا ای میل پر بھیجیں۔

- آپ کی تحریر میں کسی بھی مذہب پر، مذہبی فرقے یا مذہبی معاملات پر تنقید نہیں ہونی چاہئے۔
- آپ کی تحریر میں ملکی قوانین، سیکورٹی ایجنسیوں اور پاک فوج پر تنقید نہیں ہونی چاہئے۔
- تحریر الماء کی غلطیوں سے پاک ہونی چاہئے۔ اور پہلے سے کہیں پر پوسٹ ناہوئی ہو۔
- تحریر کو مکمل طور پر اردو میں ہونا چاہئے۔ انگلش الفاظ کا استعمال کرنے سے گریز کیا جائے۔
- تحریر کو فحش مناظر، ڈاکٹراگنز، رومانس سینز اور عریانیات کے عنصر سے پاک ہونا چاہئے۔
- سلسلے وار ناولز کے لئے معیاری رائٹرز کا انتخاب ادارہ خود کرے گا۔

- مکمل ناولز کے لئے سب رائٹرز کو موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی تحریر ہر ماہ کی دس تاریخ تک ادارے کو بھیج دے جو کہ تیس ہزار سے زائد الفاظ پر مشتمل ہو۔ آپ کی تحریر کو ہماری ٹیم چیک کرے گی اور اس کے بعد ہی قابل اشاعت ناولز کو "لکھاری آن لائن میگزین" میں شائع کیا جائے گا۔ اور لکھاری کو اس کی محنت کا معاوضہ دیا جائے گا۔
- افسانے، شارٹ ناولز کے لئے جو کہ تیس ہزار الفاظ سے کم ہوں گے رائٹرز کو معاوضہ نہیں دیا جائے گا۔
- مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں۔

Whatsapp no :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- PRIME URDU NOVELS,
FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST, SEARCH
AND REQUEST FOR NOVELS

شاید۔ وہ بے خود سا اس کی جانب دیکھ رہا تھا اس کی نظروں کی حدت میں اس قدر تپش تھی کہ مہر آفتاب کی انگلیاں سالت ہوئیں تھیں۔ حسین خواب نے اپنے پرسمیٹے تھے مہر آفتاب نے اپنی سبز جھیل سی آنکھیں کھولیں تھیں۔ بے ساخت نظریں سامنے راؤ محل کی بیلکنی کی جانب گئیں لیکن وہاں کوئی تھا۔ مجھے ایسا کیوں لگا جیسے وہ مجھے دیکھ رہا تھا.... اس نے سوچا۔ لیکن اگلے ہی پل اپنا خیال جھٹک کر اندر چلی گئی۔

از لان راؤ نے اسے اندر جانا دیکھ کر زور سے آنکھیں میچ کر کھولیں۔ اس نے سامنے دیوار پر وال کلاک پر دیکھا جہاں رات کے دو بج رہے تھے۔ اسے صبح بہت ضروری میٹنگ پر جانا تھا اور اس کے لیے اس کا آرام کرنا ضروری تھا لیکن نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ اندھے منہ بیڈ پر گر گیا۔

زمی... آپ کے پاؤں پر کیا ہوا ہے۔ وہ ناشتہ کی ٹیبل پر بیٹھے تھے جب آفتاب خان کی نظر زل آفتاب کے پاؤں پر پڑی جہاں اس نے رات کو خود آئیمینٹ لگا کر بیڈنگ کی تھی۔ مہر آفتاب بھی پریشان ہوئی تھی۔

کچھ نہیں پایا... وہ بس چلتے چلتے اچانک کوئی چیز لگ گئی تھی۔ معمولی سی چوٹ ہے ڈونٹ روی۔ وہ بے نیازی سے کہتی بریڈ کا سلاٹس اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال گئی۔

مائی فیوری اتنی لا پرواہی اچھی نہیں.... انفکشن بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے آپ کو انجکشن لگوانا چاہیے۔ اور پراپر چیک اپ.... وہ مطمئن دیکھائی نہیں دے رہے تھے۔

او پایا.... پلیز ماما کو مت بول دیجیے کا ورنہ ایک کی جگہ وہ مجھے تین تین انجکشن لگا دیں گی۔ وہ بے چارہ سا منہ بنا کر بولی تو مہر آفتاب کی ہنسی کے ساخت تھی۔ اسے ہستا دیکھ کر زل آفتاب نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔

زمى بٹ تمھیں چوٹ آئی ہیں مائى ٹوئن.... اس کے لیے کچھ اختیاطی تدابیر لینا ضروری ہے نئی۔ ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ وہ مصنوعی سنجیدگی چہرے پر سجائے بولی، اس کی بات پر زل آفتاب کے تیور خطرناک حد تک بدلے تھے۔

مہر میں تمھیں یہیں چھوڑ کر جانے والی ہوں سویٹ ہارڈ..... سو بائے... وہ کہہ کر زخمی پاؤں پر کم وزن ڈالتے ہوئے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھی۔

اُف..... زمی نو۔ وہ اپنے بریڈ کا سلاُس اٹھا کر اس کے پیچھے باگی۔ آفتاب خان اپنی پریوں کی شرارتیں دیکھتے مسکرائے تھے۔

انشا اللہ باقی آئندہ.....!!

